قسط ۲

مولانا غلام الرحمن صاحب مدرس و نائب مفتی
دارالعلوم حقانیہ

اسلام کا نظام عدل و انصاف

دوسری چیز جو نفاذ عدل کے لئے مانع ہے اور انسان کو ظلم اور ناانصافی کی طرف لے جاتی ہے وہ عداوت اور آپس میں دشمنی ہے۔ قرآن مجید نے اس امر کی نشان دہی یوں فرمائی۔

ولا یجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا هو اقرب للتقوی واتقوا الله ان الله خبیر بما تعملون[1]

کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو عدل کرو یہی بات زیادہ نزدیک ہے تقویٰ سے۔ اور ڈرتے رہو اللہ سے۔ اللہ کو خوب خبر ہے۔ جو تم کرتے ہو۔

اہل اسلام کا طرۂ امتیاز شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب رقم طراز ہیں۔

"عدل کا مطلب ہے کسی شخص کے ساتھ بدون افراط و تفریط کے وہ معاملہ کرنا جس کا وہ واقعی مستحق ہے عدل اور انصاف کا ترازو ایسا صحیح اور برابر ہونا چاہئے کہ عمیق سے عمیق محبت اور شدید سے شدید عداوت بھی اس کے دونوں پہلوؤں میں سے کسی پہلو کو جھکا نہ سکے[2]

اور یہی وہ رسم ہے جس کو اہل اسلام نے ہمیشہ کے لئے قائم رکھا۔ مفتوحہ علاقوں میں اسلام کا برتاؤ ہمیشہ کے لئے انسانیت پر مبنی رہا۔ معاملات اور دیگر حقوق میں غیر مسلموں کو پورا پورا حق دیا گیا ہے

اہل مغرب کا سفاکانہ کردار ہم جب اقوام عالم اور ایام ماضیہ کے تاریخی واقعات پر نظر ڈالتے ہیں تو آسانی سے اس نتیجہ پر پہنچ جاتے ہیں کہ دیگر مذاہب اور ادیان والے غیر مذہب والوں سے چوپایوں جیسا سلوک بھی روا نہیں رکھتے۔ اور صرف یہ نہیں بلکہ اسلام کا مقابلہ اگر دور حاضر کی مغربی تہذیب سے کیا جائے تو یقیناً اسلام اپنی تاریخ کے ہر دور میں زیادہ وسیع بلند و پاکیزہ نظر آئے گا۔

اہل مغرب آج جس مذہبی آزادی کا دم بھرتے ہیں۔ اس سے پہلے ان کے یہاں وہ دور بھی گذر چکا ہے جس میں

---

[1] سورہ مائدہ آیت ۸ [2] تفسیر عثمانی

اندلس کی "تحقیقاتی عدالتوں" کی بہیمانہ سزائیں اور مشرق میں صلیبی جنگوں کی سفاکیاں ملتی ہیں۔

اہل مغرب نے اپنے نظریوں سے اختلاف کرنے والوں کو آگ میں جلانے تک سزا کو جائز رکھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ مذہبی دشمنوں سے انتقام لینے کے لیے احتساب کی عدالتیں قائم ہوئیں جنہوں نے دشمنوں کو بلا وجہ وہ سزائیں دیں جس کی نظیر رہتی دنیا تک نہیں مل سکے گی۔

ان عدالتوں اور احتساب کے محکموں نے ایک اندازے کے مطابق بتیس [۳۲] ہزار نفس انسانیہ کو زندہ جلایا جن میں ہیئت اور طبیعات کا مشہور عالم برونو (BRUNOE) اور گلیلیو (GHLILIO) کو بھی یہی سزا دی[۱]

کسی مفتوحہ علاقوں میں مخالفین کے وجود کو دیکھنا بھی برداشت نہیں کیا۔ جس علاقہ میں فاتحانہ انداز سے داخل ہوتے وہاں اعلان کرتے کہ جو ہمارے خیال سے مخالف ہو وہ ہمارے ملک سے نکل جائے۔ جیسا کہ فرانسیسی جنرل کاترو نے ۱۹۴۰ء میں دمشق کے گذشتہ انقلاب کے موقعہ پر اعلان کیا تھا کہ "ہم صلیبی مجاہدین کے پوتے ہیں جس کو ہماری حکومت پسند نہ ہو وہ یہاں سے نکل جائے"

اور اس سے ملتی جلتی بات اس کے ایک ہم مشرب نے ۱۹۴۵ء میں الجزائر میں کہی تھی[۲]

اقلیت سے روس کا سلوک | موجودہ دور میں دوسری عظیم طاقت روس کے کمیونسٹ بلاک تو غیر کمیونسٹوں کے وجود کو مٹانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مذہبی رسوم اور عبادت خانوں کو ختم کرنے کے خواہاں ہیں۔ اقلیت کے ساتھ نازیبا سلوک کا اندازہ آپ روسی مسلمانوں کی مساجد اور مدارس سے کئے ہوئے حشر سے لگا سکتے ہیں۔ روس میں کمیونسٹ انقلاب سے قبل مسلمانوں کے بیان کے مطابق پچیس ہزار مدارس تھے لیکن کمیونسٹوں کے انقلاب کے بعد یہ مدارس بند کر دیئے گئے اور اساتذہ کو گرفتار کر لیا گیا۔ مدارس کی وہ عمارتیں جس میں قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں بلند ہوتی تھیں بعض کو مسمار اور بعض کو ضبط کر کے اصطبلوں میں تبدیل کر دیا گیا۔ اور پچیس سال کے عرصہ میں ایک مذہبی مدرسہ بھی نہ رہا۔

یہی حال مساجد کا تھا۔ ۲۶ ہزار مساجد آباد تھیں لیکن ۱۹۴۲ء کی رپورٹ کے مطابق پورے روس میں ۱۳۱۲ مساجد رہ گئیں۔ باقی سب منہدم کر دی گئیں[۳]

برطانوی دور کے مظالم | روس اور یورپ تو در کنار خود اس پاک و ہند کی تاریخ کو دیکھئے۔ برطانی گورنمنٹ نے مسلمانوں اور ہندوؤں کے مذہب کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا۔

---

[۱] ماخوذ از "انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر" صہ ۲۶۴، ۲۶۵ [۲] العدالۃ الاجتماعیہ فی الاسلام صہ ۳۲۵
[۳] "تاریخ میں مسلمان قومیں"

کراچی کے مقدمہ میں رئیس الاحرار حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم اور شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابرین کا آخر کیا جرم تھا؟ صرف اس قدر کہ مذہب اسلام کے مطابق مسلمان سپاہیوں کو ترکی کی مسلمان افواج کے مقابلہ میں استعمال نہ کیا جائے۔

ان واقعات اور حالات کو پیش کرنے سے میرا واحد مقصد یہ ہے کہ اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب نے اقلیت اور دشمنوں سے وہ کونسا روادارانہ سلوک ہے جو روا نہ رکھا ہو۔ عداوت اور دشمنی کی بنا پر وہ کون سی بے انصافی ہے جو نہ استعمال کی گئی ہو۔

دشمنوں سے اسلام کا روادارانہ سلوک | مگر اسلام نے اپنے مخالفوں اور اقلیت سے جو حسن سلوک کیا اس کا اندازہ آپ خلفائے راشدین کے طرزِ عمل اور کردار سے کر سکتے ہیں۔ خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخر وقت تک غیر مسلموں اور ذمیوں کے حقوق کی حفاظت کی بڑی تاکید فرمائی تھی۔ ذمیوں کے لئے باقاعدہ حقوق مقرر کئے گئے اور خلافت راشدہ کے دور میں بھی اسی اصول کو اپنایا گیا۔ یہاں تک کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ان کو وہی حقوق دئے جو ان کے لئے تاجدار حرم نے مقرر کئے تھے۔

اقسام حقوق | کسی قوم کے حقوق صرف تین چیزوں سے متعلق ہوتے ہیں۔ جان۔ مال اور مذہب۔ ان کے سوا اور جتنے حقوق ہیں وہ سب ان ہی کے تحت آجاتے ہیں۔

حضرت عمرؓ کے عادلانہ دور میں بیت المقدس کے عیسائیوں کو معاہدہ میں جو حقوق دئے گئے تھے وہ یہ ہیں۔

"یہ وہ امان ہے جو خدا کے غلام امیر المومنین عمرؓ نے اہل ایلیا کو دی۔ یہ امان جان و مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار اور ان کے تمام اہل مذہب کے لئے ہے۔ نہ ان کے گرجا میں سکونت اختیار کی جائے گی نہ وہ ڈھائے جائیں گے۔ نہ ان کے احاطہ کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ نہ ان کی صلیبوں اور ان کے مال میں کچھ کمی کی جائے گی۔ مذہب کے بارے میں ان پر جبر نہ کیا جائے گا۔ نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا۔"[1]

اور یہ حقوق صرف ایلیا والوں سے مخصوص نہیں تھے بلکہ عالم اسلام میں جہاں مسلمان فاتحانہ انداز میں داخل ہوئے تو وہاں کے رہنے والوں کو یہ حقوق دئے۔ اہل جرجان کے ساتھ جو معاہدہ کیا گیا تھا اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"ان کی جان، مال، مذہب و شریعت، سب کو امان ہے ان میں سے کسی شئے میں کوئی تغیر نہیں کیا جائے گا۔"[2]

آذربائیجان کے معاہدہ میں بھی یہ الفاظ تھے:۔

---

[1] طبری فتح بیت المقدس بحوالہ تاریخ اسلام ص ۲۲۲ [2] ایضاً

" جان و مال اور مذہب و شریعت کو امان ہے۔" [1]

دورِ صدیقی کے عہد نامے | حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی حیرہ کے عیسائیوں کو از روئے معاہدہ یہ حقوق دیئے گئے۔

" ان کی خانقاہیں اور گرجے نہ منہدم کیے جائیں اور نہ ان کا کوئی قصر گرایا جائے گا جس میں وہ ضرورت کے وقت دشمنوں کے مقابلہ میں قلعہ بند ہوتے ہیں۔ ناقوس بجانے کی ممانعت نہ ہوگی اور نہ تہوار کے موقع پر صلیب نکالنے سے روکے جائیں گے۔" [2]

اور یہ بات صرف کاغذی کارروائی تک محدود نہ تھی۔ بلکہ خلفائے راشدین ہمیشہ کے لیے ماتحت گورنروں کو اس کے متعلق ہدایات جاری فرمایا کرتے تھے۔ غیر مسلموں سے وہی سلوک برتا جاتا تھا جو سلوک مسلمانوں سے روا رکھا جاتا تھا۔

چنانچہ حضرت عمرؓ نے شام کے سفر میں ایک مقام پر دیکھا کہ ذمیوں پر سختی کی جا رہی ہے جب سبب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ جزیہ ادا نہیں کیا گیا۔ پوچھا کیوں۔ جواب ملا۔ سبب ناداری ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ انہیں چھوڑ دو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ لوگوں کو تکلیف نہ دو۔ جو لوگ دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں خدا انہیں قیامت کے دن عذاب میں مبتلا کرے گا۔ [3]

نادار مفلس اور معذور ذمی جزیہ سے مستثنیٰ تھے بلکہ خود بیت المال سے ان کی کفالت کی جاتی تھی چنانچہ حیرہ کے معاہدہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

" اگر کوئی بوڑھا ذمی کام کرنے سے معذور ہو جائے۔ یا کوئی آفت آئے۔ یا دولت مندی کے بعد غریب ہو جائے اور اس کے اہلِ مذہب اسے خیرات دینے لگیں تو اس کا جزیہ موقوف کر دیا جائے گا۔ اور اس کی اولاد کو بیت المال سے خرچ دیا جائے گا۔" [4]

حضرت عمرؓ کا ایک لطیف استدلال | یہ معاہدہ ابوبکر صدیق رضؓ کے دور میں ہوا تھا اور عہد فاروقی میں اس پر باقاعدہ عمل جاری رہا۔ بلکہ حضرت عمرؓ نے تو قرآنی استدلال سے اس کو اور زیادہ موکد کر دیا۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک ضعیف شخص کو بھیک مانگتے دیکھا، پوچھا، بھیک کیوں مانگتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ مجھ پر جزیہ لگایا گیا ہے اور میں ادا نہیں کر سکتا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ اسے اپنے گھر لے گئے اور کچھ نقد دے کر داروغہ کو پیغام بھیجا کہ اس قسم کے معذوروں کے لئے بیت المال سے وظیفہ مقرر کریں۔ اور فرمایا کہ کلام اللہ کی یہ آیت

---

[1] طبری فتح بیت المقدس بحوالہ تاریخ اسلام صہ ۲۲۲ [2] ایضاً [3] کتاب الخراج قاضی ابو یوسف [4] کتاب الخراج

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ میں فقراء سے مراد مسلمان اور مساکین سے مراد اہل کتاب ہیں اور فرمایا خدا کی قسم یہ انصاف نہیں ہے کہ ان لوگوں کی جوانی سے تو ہم فائدہ اٹھائیں اور بڑھاپے میں ان کو نکال دیں[1]۔

حفاظت نفس کا یہ عالم تھا کہ جہاں کہیں کوئی مسلمان کسی ذمی کو قتل کر دیتا تو حضرت عمرؓ با قاعدہ اس سے قصاص لینے کا حکم فرماتے۔ چنانچہ ایک دفعہ قبیلہ بکر بن وائل کے ایک شخص نے حیرہ کے ایک عیسائی کو قتل کر دیا۔ تو آپ نے قاتل کو مقتول کے ورثاء کے حوالہ کر کے اس سے قصاص لیا[2]۔

حفاظت مال کے بارے میں اگر کوئی شخص کسی ذمی کی کسی جائیداد یا مال کو نقصان پہنچاتا تو حضرت عمرؓ اس کا معاوضہ بسا اوقات بیت المال سے دلاتے۔ جیسا کہ ایک دفعہ اسلامی لشکر نے شام کے ایک ذمی کی زراعت کو پامال کر دیا تو حضرت عمرؓ نے اس ذمی کو بیت المال سے دس ہزار درہم کا معاوضہ دلایا[3]۔

ذمیوں کے بارے میں عہد فاروقی میں خصوصی ہدایت

حضرت عمرؓ جیسا کہ خود ذمیوں کے حقوق کی نگہداشت کرتے تھے۔ ایسے ہی ماتحت گورنروں سے کرواتے۔ چنانچہ فاتح شام حضرت ابو عبیدہؓ کو لکھتے ہیں۔

"مسلمانوں کو ذمیوں پر ظلم کرنے، ان کو نقصان پہنچانے اور بے وجہ ان کے مال کھانے سے روکو اور ان سے جو شرطیں کی گئی ہیں انہیں پورا کرو"[4]

بلکہ حضرت عمرؓ دنیا سے جاتے وقت آئندہ خلیفہ کے لئے جو ہدایات لکھتے ہیں۔ ان میں ذمیوں کے حقوق اور نگہداشت کا خصوصی تذکرہ موجود ہے:۔

"میں ان لوگوں کے حق میں جن کو خدا اور رسول کا ذمہ دیا گیا ہے، یہ وصیت کرتا ہوں کہ ان سے جو عہد کیا گیا ہے اسے پورا کیا جائے۔ اس کی حمایت میں لڑا جائے۔ اور ان کی طاقت سے زیادہ انہیں تکلیف نہ دی جائے"[5]

یہی وہ اسلامی عدل و انصاف ہے جس میں دوست اور دشمن کو ایک نظر سے دیکھا گیا ہے۔ وہ دشمن جو بدترین دشمن تھے۔ جو مذہب اور عقیدہ کے دشمن تھے۔ ان سے جب اس قدر انصاف قائم رکھا گیا تو اور کون ہو سکتا ہے جس کے ساتھ اسلام نے ظلم کی گنجائش رکھی ہو۔ ان واقعات سے بآسانی یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ خلفائے راشدین نے اس آیت پر "کہ کسی قوم کی دشمنی تم کو ظلم پر آمادہ نہ کرے" کیا عمل کیا ہے اور امت محمدیہ ﷺ کے لئے قیامت تک ایک عملی نمونہ چھوڑا ہے۔

وہ دشمن جو اپنے کئے ہوئے افعال و کردار کی وجہ سے بڑی بڑی سزاؤں کے مستحق و منتظر تھے۔ ندامت

---

[1] کتاب الخراج [2] الدرایہ بحوالہ تاریخ اسلام [3] کتاب الخراج [4] ایضاً [5] تاریخ اسلام ص ۲۲۶

اور پشیمانی کی وجہ سے نظریں جھکی ہوئی تھیں اپنی جانیں خطرے میں دیکھتے تھے۔

لیکن اسلام نے اس کے برعکس جان کی حفاظت کے علاوہ مال و مذہب کو بھی محفوظ رکھا اور معاشرہ میں ان کو انسانیت کی نظر سے دیکھا گیا۔

مال و دولت | تیسری چیز مانع انصاف مال و دولت کی فراوانی یا فقدان ہے۔ مثلاً ایک انسان بسا اوقات کسی غریب کی غربت کو دیکھ کر اس پر ترس کھا کر اس غریب کے لئے جھوٹی گواہی دیتا ہے اور یا غریب کی غربت پر ترس کھا کر فیصلہ اس کے حق میں کر جاتا ہے۔ جس میں ظلم اور زیادتی کا ارتکاب ہے۔ جب کہ آج کل ہمارے اس معاشرہ میں یہ بہت کم ہے اور غریب کی غربت سے بہت کم لوگ متاثر ہوتے ہیں۔ دوسری صورت میں انسان بعض اوقات مالدار کی مالداری کی وجہ سے ظلم پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ مالدار سے کچھ طمع اور امید کی خاطر گواہ جھوٹی گواہی دے کر حاکم سے غلط فیصلے کا حکم صادر کرتا ہے۔ جو یقیناً ظلم اور ناانصافی ہے۔

قرآن مجید نے اس کی نشاندہی یوں فرمائی :-

ان یکن غنیاً او فقیراً فاللہ اولیٰ بھما فلا تتبعوا الھویٰ ان تعدلوا[1] — اگر کوئی مالدار ہے یا محتاج ہے تو اللہ ان کا خیر خواہ تم سے زیادہ ہے سو تم پیروی نہ کرو خواہش کی انصاف کرنے میں۔

شہادت کے اصول | شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں۔

"یعنی سچی گواہی دینے میں اپنی کسی نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرو۔ کہ مالدار کی رعایت کر کے یا محتاج پر ترس کھا کر سچ کو چھوڑ بیٹھو۔ جو حق ہو۔ سو کہو۔ اللہ تعالیٰ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ اور ان کے مصالح سے واقف ہے اور اس کے یہاں کسی چیز کی کمی نہیں ہے"[2]

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"اور گواہی کے وقت یہ خیال نہ کرو۔ کہ جس کے مقابلہ میں ہم گواہی دے رہے ہیں یہ امیر ہے اس کو نفع پہنچانا چاہئے تاکہ اس سے بے مروتی نہ ہو۔ یا یہ غریب ہے اس کا کیسے نقصان کر دیں۔ تم گواہی دینے میں کسی کی امیری، غریبی یا نفع و نقصان نہ دیکھو۔ کیونکہ وہ شخص جس کے خلاف گواہی دینی پڑے گی۔ اگر امیر ہے تو غریب ہے تو۔ دونوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو زیادہ تعلق ہے۔ اتنا تعلق تم کو نہیں۔ کیونکہ تمہارا تعلق جس قدر ہے وہ بھی انہی کا دیا ہوا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا جو تعلق ہے۔ وہ تمہارا دیا ہوا نہیں۔ پھر باوجود قوی تعلق کے اللہ تعالیٰ نے ان کی مصلحت اس میں رکھی ہے۔ نہ گواہی میں حق بات کہی جاتے۔ تو تم ضعیف تعلق کے باوجود اپنی تنہا دت میں

---

[1] سورہ نساء آیت ۱۳۵۔

ایک عارضی مصلحت کا کیوں خیال کرتے ہوئے[۱]

چونکہ شہادت اور فیصلہ دونوں میں تسلط علی الغیر موجود ہے۔ جب گواہی دیتے گواہ ان امور کو مدنظر رکھے گا۔ تو قاضی اور فیصلہ کرنے والا حاکم بطریق اولیٰ ان امور کا پابند رہے گا۔ قاضی اور حاکم فیصلہ کرتے وقت جیبوں کی انتظار میں بیٹھے گا۔ بلکہ جو حق ہو اس کا امضاء کرے گا اسلامی قوانین میں تو اس مانع اور رہ کاوٹ کا سخت نوٹس لیا گیا ہے۔ جب صاحب عہدہ کسی عہدہ اور منصب پر فائز ہو تو اپنے اس منصب سے غلط فائدے نہیں اٹھائے گا۔ ایسی پارٹیوں میں شمولیت سے اجتناب کرے گا جو پارٹیاں صرف اس کے عہدہ کی وجہ سے اس کو دی جاتی ہوں۔

رشوت کی اقسام اور احکام | یہی وجہ ہے کہ رشوت کی تمام اقسام کو لینے والے کے لئے حرام ٹھہرایا گیا ہے۔ حدیث میں ہے کہ رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں جہنمی ہیں اور رشوت قبض کرنے سے بھی ملکیت میں نہیں آسکتا۔ بلکہ رشوت میں لیا ہوا مال صاحب مال کو واپس کرنا واجب ہے۔ اس ضمن میں یہ ضروری ہے کہ رشوت کی جملہ اقسام اور ان کے احکام کے متعلق عرض کروں۔

فقہاء کرام کے فرمان کے مطابق رشوت کی چار قسمیں ہیں:۔

۱۔ پہلی قسم رشوت جس کا لینا اور دینا دونوں حرام ہیں۔ یہ ہے کہ ایسے منصب پر فائز ہونے کے لئے رشوت دے جس منصب کا یہ اہل نہ ہو۔ چونکہ غیر اہل کا کسی منصب پر فائز کرنا اور فائز ہونا دونوں ناجائز ہیں لہذا اس ناجائز کام کے لئے رشوت لینا اور دینا دونوں ناجائز اور حرام ہیں۔

۲۔ دوسری قسم یہ ہے کہ کسی فیصلہ کرنے والے حاکم، قاضی یا مجسٹریٹ کو کچھ رقم اس لئے دی جائے کہ وہ اس کے حق میں فیصلہ کرے یہ بھی طرفین کے لئے حرام ہیں۔

۳۔ تیسری قسم کی رشوت یہ ہے کہ کسی شخص کو کچھ رقم یا کوئی چیز اس لئے دی جائے کہ یہ اپنا جائز کام اس سے کروائے۔ لیکن اس میں یہ شرط ہے کہ یہ کام جائز ہونے کے ساتھ ساتھ دوسرے کسی شخص کی حق تلفی کا سبب اور ذریعہ نہ ہو۔ لہذا ان شروط کے بعد رشوت دینے کی اجازت ہے لیکن رشوت لینا اس صورت میں بھی حرام ہے۔

۴۔ چوتھی قسم یہ ہے کہ کسی شخص کو کچھ رقم اس لئے دی جائے کہ اس کے شر اور فساد سے محفوظ رہے۔ اپنی جان سے ظلم اور فساد کے دفع کے لئے کچھ دینا جائز ہے لیکن لینا اس صورت میں بھی حرام ہے[۲]

جب ایک گواہ اور ایک حاکم یہ نظریہ قائم کرلے کہ مجھے کسی مالدار سے کوئی سروکار نہیں۔ وہ نہ جائے پانی

---

[۱] بیان القرآن۔ [۲] رد المحتار علی الدر المختار المعروف بشامی ج ۴ ص ۳۵۳، ۳۵۴

کے انتظار میں ہو اور نہ بخشش کی طمع اور لالچ میں ہو۔ تو یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ کسی مالدار شخص کی مالداری کی وجہ سے اس کی رعایت کرے۔ اسلام میں تو آقا اور غلام امیر اور غریب، سب برابر ہیں۔

شرعی عدالت میں شاہ و گدا برابر ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جہاں کہیں امیر اور غریب کے اس امتیازی سلوک کو دیکھتے تو اس سے منع فرماتے۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان تمام بے جا امتیازات کو مٹا کر شاہ و گدا، بلند و پست کو ایک سطح پر کھڑا کر دیا تھا جس کی ایک جھلک اس واقعہ میں موجود ہے۔

شام کا ایک نامور بادشاہ جبلہ غسانی مسلمان ہو گیا تھا۔ طواف میں اس کی چادر کا ایک کونہ ایک شخص کے پاؤں کے نیچے آگیا۔ جبلہ نے اس شخص کو تھپڑ مارا۔ اس شخص نے برابر کا جواب دیا۔ جبلہ نے آکر حضرت عمرؓ سے شکایت کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ تم نے جیسا کیا ویسا پایا۔

جبلہ نے جواب میں کہا کہ ہم تو وہ ہیں کہ اگر کوئی شخص ہم سے گستاخی سے پیش آئے تو وہ قتل کا سزاوار ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ ہاں جاہلیت میں ایسا ہی تھا لیکن اسلام نے پست و بلند کو ایک کر دیا۔

جبلہ نے کہا کہ اگر اسلام ایسا مذہب ہے تو میں اس سے باز آتا ہوں لیکن حضرت عمرؓ نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی۔[1]

آج دنیا میں یہ نظارہ موجود ہے۔ معاشرہ مختلف قسم کی بے ضابطگیوں کا شکار ہے۔ امیر اور غریب ایک دوسرے کے مقابل بنے ہوئے ہیں۔ امیر اپنے مال کی وجہ سے مختلف جرائم کے ارتکاب کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتا ہے۔ جرم کو عیب نہیں سمجھتا۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے۔ اگر غور کیا جائے تو یقیناً یہ بات معلوم ہوگی کہ صرف مال کی وجہ سے اسے بے جا رعایتیں دی گئی ہیں۔ یہ اس کے نتائج اور اثرات ہیں جو معاشرہ کی تباہی کا سبب ہیں:

---

[1] تاریخ اسلام